قرآن حکیم کی بے نقط تفسیر

سواطع الالہام

ڈاکٹر محمد طفیل

قرآن کریم کی تلاوت ' اس کے معانی ومطالب سے آگہی حاصل کرنا' قرآنی احکام کا جاننا ' کتاب اللہ کی تعلیمات کو عام کرنا اور احکام الٰہی پر عمل کرنا مسلمانوں کے محبوب مشغلے ہیں ۔ جو مسلمان کتاب مبین کے معانی اور مطالب سے واقفیت حاصل کرلیتا ہے ۔ اس کی شدید خواہش اور پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس کتاب مقدس کا پیغام دوسروں تک پہنچا سکے کیونکہ حضرت رسالت مآب علیہ الصلوۃ والسلام نے مسلمانوں کو یہی حکم دیا ہے "کہ اگر کسی کے پاس ایک آیت کا علم ہو تو وہ اسے دوسروں تک پہنچا دے" ۔

مسلمانوں نے اس فرمان مصطفوی پر ہر دور میں کثرت سے عمل کیا اور قرآن حکیم کے تمام پہلوؤں کو اپنے

مطالعہ اور تحریروں کا موضوع بنایا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن حکیم کے ہر پہلو پر کثیر تعداد میں تصانیف ملتی ہیں ۔ آج کی تمام زندہ زبانوں میں قرآن حکیم کے موضوع پر لکھی گئی کتب اس امر کی شاھد ہیں کہ اس نسخہ کیمیا کا پیغام انسانیت تک ہمیشہ پہنچتا رہے گا ۔

قرآنی تعلیمات کے ابلاغ کا موثر ترین ذریعہ تفسیر ہے جس میں قرآنی آیات واحکام تفصیل سے بیان کئے جاتے ہیں ۔ ان کے اسرار ورموز کی وضاحت کی جاتی ہے 'الفاظ کے مفاہیم متعین کئے جاتے ہیں' انھیں اسلام کی تعلیمات سے ھم آھنگ کیا جاتا ہے نیز ہر دور کے نئے مسائل کا حل قرآن حکیم سے تلاش کرنے کی سعی بلیغ کی جاتی ہے ۔

کہا جاتا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ پہلے مفسر قرآن ہیں جن کی تفسیر " تنویر المقباس " مطبوعہ شکل میں ملتی ہے ۔ ان کے بعد مجاہد ' طبری ' جصاص اور دیگر مفسرین نے تفسیر نگاری کا سلسلہ جاری رکھا اور اپنے اپنے رنگ اور انداز میں تفاسیر ترتیب دیں ۔ اور اس طرح تفسیر ماثور' تفسیر بالرائے' فقہی تفسیر' صوفیانہ تفسیر' کلامی تفسیر' فلسفیانہ تفسیر اور سائنسی تفسیر جیسے مدارس وجود میں آئے اور پروان چڑھے ۔

دنیا کے دیگر خطوں کی طرح برصغیر کے عاشقان قرآن اور اھل علم نے بھی عربی ' فارسی ' اردو ' انگریزی اور علاقائی زبانوں میں تفاسیر لکھیں ۔ عربی زبان میں لکھی جانے والی تفاسیر میں تفسیر مظھری' التفسیرات الاحمدیہ ' آیات للسائلین اور تفسیر القرآن بالقرآن کے اسماء نمایاں ہیں ۔ تاہم برصغیر کے عربی تفسیری ادب میں ابو الفیض فیضی (۱۰۰۴ ھ) کی مایہ ناز تصنیف "سواطع الالھام" کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے ۔ یہ ایک بے نقط تفسیر ہے 'جسے ایک غیر عرب نے مرتب کیا ۔ اس تفسیر کے مطالعہ سے ایک طرف یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عربی زبان اس قدر وسعت رکھتی ہے کہ قرآن حکیم جیسی ادق اور گوناگوں مطالب سے پر کتاب کی تفسیر بے نقط الفاظ میں تفسیر بیان کی جاسکتی ہے تو دوسری جانب یہ تفسیر اس امر کا اعتراف بھی لازم کرتی ہے کہ عجمی علماء نے بھی جن میں برصغیر کے اہل علم

بھی شامل ہیں ۔ قرآن حکیم کے پیغام کو عام کرنے کرنے کے لئے لازوال کارنامے انجام دیئے ہیں ۔

ہر زبان کے حروف تہجی اور الفاظ کی ساخت جداگانہ ہوتی ہے ۔ عربی زبان کے حروف تہجی میں نقطوں والے حروف کی تعداد غیر منقوط حروف سے زیادہ ہے' اسی طرح عربی زبان کی ساخت ' جملوں کی بندش ' فعل مضارع کا استعمال ' حروف علت کا بکثرت استعمال اور الفاظ کی تراکیب تقاضا کرتی ہیں کہ ایسی کتب ترتیب دی جائیں جو "صنعت معجمہ" میں ہوں کہ ان میں کوئی غیر منقوط حرف یا لفظ مذکور نہ ہو لیکن اس کے برعکس برصغیر کے اہم عالم دین اور مفسر شیخ ابو الفیض فیضی نے اپنی اہم تفسیر سواطع الالھام صنعت "مہملہ" یعنی بے نقط زبان میں ترتیب دی ۔

"سواطع الالھام" نہ صرف تفسیری ادب میں نمایاں درجہ رکھتی ہے بلکہ اس کا شمار عربی ادب کی شاہکار کتابوں میں ہوتا ہے ۔ تاہم فاضل مفسر نے جن پابندیوں اور حدود قیود کے ساتھ تفسیر لکھنے کا التزام کیا ان کا تقاضا ہے کہ بعض مقامات پر مطلوبہ مقاصد حاصل کرنے میں مشکلات کا سامنا رہے ۔ قرآنی پیغام کا ابلاغ سواطع الالھام میں کس طرح ہوا ؟ یہ امر آئندہ سطور میں واضح کیا جائے گا ۔

کحالہ نے ان کا پورا نام فیض اللہ لکھا ہے اور بتایا ہے کہ یہ فیضی کے نام سے معروف ہیں' آپ مفسر قرآن کے علاوہ اردو عربی فارسی زبانوں کے ادیب بھی تھے' عربی میں ان کی تفسیر کے علاوہ "موارد الکلم" نامی کتاب بھی ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہوئی ۔(۱)

یوں تو فیضی کی شہرت فارسی شاعری کی وجہ سے ہوئی ہے لیکن ان کی عربی زبان کی صلاحیت بھی غیر معمولی تھی اور اس کا ایک زندہ اور جاوید ثبوت ان کی تفسیر "سواطع الالھام" ہے ۔ فیضی نے یہ تفسیر غیر منقوط الفاظ میں لکھی ہے جسے ادب کی اصطلاح میں "صنعت مہملہ" کہتے ہیں ۔ عربی زبان میں اس قسم کی تصنیف ایک غیر معمولی صلاحیت رکھنے والا انسانی تربیت دے سکتا ہے اور یہ خدمت ایک کارنامہ سے کم نہیں ہے اور پھر پورے قرآن کی تفسیر جو کہ

مختصر نہیں بلکہ بڑی قطع کے سات سو اسی مطبوعہ صفحات پر مشتمل ہے ۔ فیضی نے اس اہم کام کو بہت تھوڑی مدت میں مکمل کر لیا تھا ۔ مولانا غلام علی آزاد اس تفسیر کے سلسلے میں لکھتے ہیں "برھان فضیلت شیخ فیضی "سواطع الالھام" تفسیر بےنقاط است کہ درین ہزار سال پیشتر صیح مستعدی را میسر نہ شد ۔ طرفہ این کہ این چنین کار دشوار در عرصہ دو سال از مبداء بہ منتہی رسانید ۔(۲)"

اسی طرح علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں : سواطع الالھام یعنی تفسیر غیر منقوط ۱۰۰۳ ھ میں تمام ہوئی ۔ کل مدت تصنیف دو اڑھائی برس ہے ۔ اس تفسیر پر فیضی کو بڑا ناز تھا' اس تفسیر کی تکمیل کے بعد اس نے اپنے دوستوں کو جو خطوط لکھے ان میں اکثر فخر سے اس کا تذکرہ کیا ہے ۔ اکبر تو فیضی سے اور ابو الفضل سے خوش تھا ۔ لیکن دربار کے دوسرے مذہبی لوگ ' جو خود اکبر کی بے اعتدالیوں سے پریشان تھے' ان دونوں بھائیوں سے بھی بہت برگشتہ ہوگئے تھے اور ان لوگوں کے ہر کام کو معیوب نظروں سے دیکھتے تھے فیضی شروع میں چونکہ مذہبی امور میں بہت آزاد خیال تھا اس لئے لوگوں کی نظر میں بے دین اور لامذھب سمجھا جانے لگا تھا ۔ جس کا اظہار اس دور کے لوگوں نے جا بجا کیا ہے۔ خاص طور سے ملا عبدالقادر بدایونی اس بارے میں پیش پیش رھے ھیں ۔ اس لئے جب فیضی نے اپنی تفسیر مکمل کی تو لوگوں نے اس کے خلاف طرح طرح کی باتیں پھیلائیں ۔ ملا بدایونی لکھتے ہیں "تفسیر بے نقط برائے شستن بدنامی کہ تا روز جزا بصد آب شستہ نگردد ۔ در عین حالت مستی اور خباثت می نوشت' وسگان آن را از ھر طرف پامال ساختند ۔(۳)

اس کے علاوہ بھی شیخ فیضی اور ان کی تفسیر "سواطع الالھام" پر طرح طرح کے الزامات عائد کیے گئے لیکن تفسیر دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سب باتیں بے بنیاد ہیں اور محض دربار دشمنی اور معاصرانہ چپقلش پر مبنی ھیں ۔ فیضی اگر چاہتا تو تفسیر میں اپنی آزاد خیالی قائم رکھتا اور کلام اللہ کے معانی ومطالب کو الٹ پھیر کر بیان کر دیتا ۔ لیکن

اس نے ایک جگہ بھی ایسا نہیں کیا اور تفسیری نکات کو قرآن حکیم کی روح کے قریب تر رکھا ہے ۔محمد حسین آزاد نے لکھا ہے :

"زبانی باتوں میں ملا صاحب جو چاہیں کہیں مگر نفس مطالب میں جب نہ اب کوئی بھی اب دم نہیں مار سکتا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ وہ بے دینی اور بدنفسی پر آجاتے تو جو چاہتے لکھ جاتے' انھیں ڈر کس کا تھا"۔ (۴)

فیضی کی علمی دیانت کا ذکر علامہ شبلی نے ان الفاظ میں کیا ہے ۔

"فیضی نے یہ تفسیر ان واقعات کے بعد لکھی لیکن ایک ذرہ برابر بھی مسلمان کی راہ سے نہیں ھٹا ۔ حالانکہ تفسیر میں ہر قدم پر اس کو آزاد خیالی دکھانے کا موقع حاصل تھا۔ ملا صاحب تو فرماتے ہیں کہ وہ تمام عقائد اسلام کا منکر تھالیکن وہ ان تمام کا معترف تھا ۔ جن کو معتقدات عوام کہتے ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ فیضی کی مذہبی آزادی' ھم جو کچھ سنتے ہیں زبانی سنتے ہیں ۔ تصنیفات میں تو وہ ملائے مسجد نظر آتا ہے" ۔(۵)

ملا بدایونی کا بھی عجب معاملہ ہے کہ ایک طرف تو وہ فیضی اور اس کی تفسیر کی اتنی مخالفت اور اتنی برائیاں بیان کرتے ہیں اور دوسری طرف خود اس کی تعریفیں کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور اس پر تقریظیں لکھتے ہیں ۔

" فقیر من احسن التفاسیر۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

علم القرآن تاریخ یافت وتو قیعی نوشت انشااللہ بتقریبی در محل خود مذکور

گردد" (۶)۔

علامہ شبلی ایک جگہ ملا بدایونی کے تمام خیالات کو بے بنیاد ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ملا صاحب اور ان کے تمام پیروؤں نے متفقہ طور پر فیضی کو ملحد ' بے دین ' زندیق اور کافر لکھا ہے" ۔ ملا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ فیضی ان کے وقت کتوں کی طرح بھونکتا تھا ۔ اور اس کے ھونٹ سیاہ ہوگئے تھے لیکن حقیقت یہ ہے "کہ یہ

لوگ فیضی کے رتبے کو سمجھ نہیں سکتے تھے ۔ وہ جو حکیمانہ خیالات ظاہر کرتا تھا ان لوگوں کو الحاد و زندقہ نظر آتا تھا" ۔(۷)

فیضی کے تعلقات شیخ عبدالحق محدث دھلوی سے بھی بہت خوشگوار تھے ۔ دونوں باہم بے تکلف دوست تھے لیکن شیخ مکہ معظمہ سے واپس ہوئے تو ان کو معلوم ہوا کہ فیضی کے خیالات میں تبدیلی آچکی ہے ۔ تو انھوں نے فیضی سے قطع تعلق کرلیا ۔ فیضی کو شروع میں اس کا اندازہ نہ ہوسکا ۔ اس لئے جب شیخ صاحب حج سے واپس ہوئے تو فیضی نے ان کون خط لکھا ۔ اور ملاقات کے شوق کا اظہار ان الفاظ میں کیا ۔

"اگر بال وپری داشتم ھر روز زیر بام آن حجرہ می

نشینم و دانہ چینان نکات محبت نی شدم" ۔(۸)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ دھلوی فیضی سے بہت خفا تھے ۔ اس لئے انھوں نے فیضی کو اس قسم کا کوئی موقعہ نھیں دیا کہ فیضی ان سے اپنا رابطہ دوبارہ استوار کرسکتا ۔ یا ان کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی پوزیشن کی وضاحت کر پاتا تاکہ دونوں کے تعلقات خوش گوار ہوسکتے ۔

صاحب نزھتہ الخواطر نے شیخ عبدالحق کی رائے اس طرح پیش کی ہے کہ "وہ اپنے زمانے میں فصاحت وبلاغت اور متانت وصیانت میں منفرد تھے لیکن کفر وضلالت کے غبار میں گر جانے کی وجہ سے اس کی پیشانی پر رذالت اور انکار و ادبار کے نقوش نمودار ہوگئے تھے ۔ اس بنا پر اہل دین وملت اور محبین نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا اور اس کے متعلقین کا نام سننے میں عار سمجھتے تھے ۔ اگر یہ لوگ مسلمان ہیں تو اللہ انھیں معاف فرمائے لیکن ان باتوں کا اثر اس کی تفسیر میں کہیں نظر نہیں آتا ۔(۹)

فیضی نے اپنی تفسیر کے مقدمہ کی ابتداء یوں کی ہے ۔ اللہ لا الہ الا ھولا اعلمہ ما ھو وما ادرکہ حکما ھو ۔ احامد

المحامد ومحامد الا حامد الله معه لوامع العلم وملهم سواطع الالهام(۱۰) ۔ پھر آگے چل کر دعا مانگی ہے کہ خدایا اس کام کو آسان فرما دے ۔ اس کے بعد اپنی تعلیم وتربیت کا ذکر کیا ھے ۔ آگے چل کر اپنے مولد آگرہ کا تذکرہ کیا ہے اور اس شہر کی بہت تعریف بیان کی ہے ۔ علماء کی مجلسوں ' مدرسوں ' مسجدوں اور دوسرے عبادت خانوں کا ذکر خاص طور سے کیا ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ کی تعریف بھی تحریر کی ہے ۔ بادشاہ اکبر کا نام اور مناقب اسی صنعت بے نقط میں عجیب معمائی انداز میں تحریر کئے ھیں ۔

فیضی نے اس تفسیر کو لکھنے سے پہلے مشق کے طور پر "**موارد الکلم**"بھی بے نقط لکھی تھی ۔ یہ کتاب اخلاق کے موضوع پر ہے فیضی نے اپنی اس تصنیف کی طرف بھی ابتدائیہ میں اشارہ کیا ہے ۔ اس کے بعد اپنی تفسیر کے متعلق لکھا ہے کہ کیونکر یہ خیال ان کے ذھن میں پیدا ہوا اور اس کا ان کے والد گرامی پر کیا اثر ہوا؟ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ "ان کے والد اس سے بے حد خوش ھوئے اور ان کو دعائیں دیں" ۔ بہت ہی تھوڑے عرصے میں یہ تفسیر لاھور میں مکمل ہوگئی ۔ اس تفسیر میں فیضی نے جو انداز اختیار کیا ہے اس کے متعلق مقدمہ میں خود تصریح کی ہے ۔

"خدا معلوم لوگوں نے کس طرح سے فیضی کو بے دین اور ملحد ثابت کر دیا ہے اپنی تصانیف میں کسی جگہ بھی وہ ایسا نہیں لکھتا ہے۔ اگر اس کو ملحد وبے دین ہی رہنا ہوتا تو وہ قرآن کریم کی تفسیر کیوں لکھتا! اور اگر تفسیر ہی لکھ رہا تھا تو پھر اپنی من مانی باتیں کہتا اور آیات اللہ کی تاویلیں اپنے عقیدے کے مطابق کرتا اور اس کے رسول ﷺ کی نعت اور منقبت سے بھی گریز کرتا لیکن اس نے ایسا بھی نہیں کیا ۔ بلکہ اس نے انبیاء کے بارے میں لکھا ہے ۔

اللہ واحد اصل مقصود ہے ۔ اس نے اصلاح عالم کے لئے رسول بھیجے ۔ ان میں پہلے حضرت آدم اور آخری

محمد ﷺ جو اکمل ارسل ہیں ۔ آپ سب سے بڑھ کر علم وکمال والے اور نہایت معزز ۔لواء الحمد قیامت کے دن انہیں کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ صاحب مقام محمود ہیں "۔

اس کے بعد آگے چل کر قرآن حکیم کی وسعت کے بارے میں فیضی نے لکھا ہے کہ کلام اللہ ایک بحرناپیدا کنار ہے اسکے بعد نزول قرآن ،جمع وتدوین قرآن ' تعداد سورہ تعداد آیات ' اسمائے قرآن ' تلفظ حروف محکم' وغیر محکم آیات اور حروف مقطعات وغیرہ کا بڑی تفصیل سے نہایت عالمانہ انداز میں ذکر کیا ہے ۔

مقدمہ نو فصلوں میں منقسم مقدمہ خاصا بسیط ہے ۔ دوسرے حصہ میں علوم قرآنی کا مفصل ذکر ہے ۔ ان دونوں کو بھی الگ الگ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور ہر باب کا نام "ساطعہ" رکھا ہے ۔ بعض ساطعہ بہت مختصر چند سطروں پر مشتمل ہیں جبکہ بعض دوسرے خاصے طویل تیس تیس سطروں کی طوالت رکھتے ہیں ۔ مقدمے کے آخر میں ایک نظم بھی شامل کتاب ہے اس میں بھی صنعت مہملہ کا التزام قائم رکھا گیا ہے ۔

فاضل مفسر نے تمام سورتوں کا شان نزول بھی بیان کر دیا ہے۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پورے واقعات پر اس کی گہری نظر تھی' جس کی طرف مختصراً اشارہ کردیتا ہے ۔ اسی طرح کسی سورت کے مکی اور مدنی ہونے کا بھی ذکر کیا ہے ۔ جب کسی سورت کو مدنی کہنا مقصود ہوتا ہے تو "موردھاعصر رسول اللہ اور مکی کہنا مطلوب ہوتا ہے تو "ام الرحم" کے الفاظ لکھے جاتے ہیں ۔اسی طرح تمام سورتوں کا شروع میں تعارف بھی کرادیا ہے اور متعلقہ واقعات کا ذکر اختصار سے کیا ہے ۔ مگرہے نقطالفاظ کا التزام کرنے کی وجہ سے اظہار مطالب میں بڑی محنت کرنی پڑتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قاری کے لئے اسے سمجھنا کافی مشکل اور بعض اوقات ناممکن ہو جاتا ہے ۔

اسی انداز سے انھوں نے سارے کلام اللہ کی تفسیر بیان کی ہے ۔ عبارتوں میں اختصار کو ملحوظ رکھا ہے ۔ انھوں نے معانی ومطالب کو آسان انداز میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے ۔ لیکن چونکہ قرآنی تفسیر سے زیادہ کسانی صنعت

گری پیش نظر رہی ہے ۔ اس لئے تفسیری نکات سمجھنا خاصا مشکل ہے ۔ فیضی کلام اللہ کے اس معجزے کو بھی دکھانا چاہتا تھا کہ اس کو سمجھنے اور سمجھانے کے لئے مختلف انداز اختیار کیے جاسکتے ہیں حتیٰ کہ اس کی تفسیر غیر منقوط الفاظ میں بھی لکھی جاسکتی ہے ۔ اس کے علاوہ عربی زبان میں اپنی قدرت کا بھی ثبوت دینا چاہتا تھا ۔ اس لئے اس نے قصداً تفسیر غیر منقوط لکھی ۔ ظاہر ہے کہ جب الفاظ کا سرمایہ محدود ہو تو الجھاؤ پیدا ہونا قدرتی بات ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یہ کلام مہمل اور بے معنی ہے اور اس میں معنی اور مفہوم لفظوں کی بازی گری میں بالکل گم ہو کر رہ گئے ہیں ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ جس مقام سے بھی اس تفسیر کو پڑھا جائے' مطلب سمجھ میں آجاتا ہے ۔ فیضی نے جس وقت یہ تفسیر مکمل کی تھی اس وقت بھی زبان یا مطالب پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ قابل اعتراض بات یہ سمجھی گئی تھی کہ آخر تفسیر بے نقط زبان میں ھی کیوں لکھی جائے ۔

فیضی کی تفسیر سات سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے ۔ اس میں کہیں بھی کوئی قابل اعتراض بات دکھائی نہیں دیتی ۔ اکبری دربار میں جبکہ دربار کا رنگ غیر مذہبی تھا ۔ فیضی کا یہ تفسیر لکھنا کوئی معمولی بات نہ تھی ۔ ممکن ہے کہ یہ اس کا مذہبی جذبہ رہا ہو ۔ جس کے لئے اس نے یہ کام مکمل کیا ۔ اگر اس تفسیر سے اسے دنیوی فائدہ یا درباری رتبہ یا بادشاہ کا تقرب حاصل کرنا ہوتا تو اس نے حالات کے پیش نظر اسی قسم کی باتیں لکھی ہوتیں ۔

فیضی نے تفسیر لکھنے کے بعد اس کے نسخے مختلف ملکوں کے علمائے کرام کے پاس بھیجے تھے ۔ اور روایتوں سے پتہ چلتا ہے کہ سب نے اسے پسند کیا تھا۔ کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں اٹھایا تھا ۔ اس زمانے کے متعدد بڑے علماء نے اس کتاب پر تقریظیں لکھیں تھیں ۔ جو اس تفسیر کے آخر میں اسی دور سے شامل ہیں ۔ ان علماء میں محمد حسین المشہور بہ الشاہی ' مولانا محمد یعقوب صوفی کشمیری ' قاضی نور اللہ شوستری اور امان اللہ بن غازی سرھندی وغیرہ کے نام شامل ہیں جو اس کی دلیل ہے کہ ان علماء کے نزدیک "سواطع الالھام" قرآن حکیم کی معتبر تفسیر ہے ۔

بعض روایتوں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ(۱۱) نے بھی اس تفسیر کی تیاری میں فیضی کی مدد کی تھی ۔ اور اس کا ایک مشکل حصہ جو فیضی نہیں لکھ پا رہا تھا لکھ کر دیا تھا ۔ اگرچہ ابھی تک اس حصہ کا تعین نہیں ہوسکا' جو حضرت مجدد نے لکھ کر فیضی کو دیا تھا تاہم اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ مجدد صاحب کی نظر میں بھی فیضی کی یہ کوشش قابل اعتراض نہیں تھی ۔ ان کے علاوہ ملا جمال تلوی(۱۲) (متوفی مابعد ۱۰۰۴ ھ) نے بھی فیضی کی "سواطع الا لہام" کی اکثر مقامات پر اصلاح کی تھی ۔

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق کتاب نظام تعلیم وتربیت میں فیضی اور اس کا تفسیر کے متعلق تفصیل سے لکھا ہے ۔ ان کی رائے کے مختلف اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں ۔ "میرا خیال ہے کہ یہ ایسا کارنامہ جس کی نظیر شاید دوسرے اسلامی ممالک کے علمی حلقوں میں نہیں ملتی ۔ مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ غیر منقوطیت کے اس التزام کے باوجود فیضی نے یہ کمال کیا تھا کہ عام تفسیروں میں قرآنی آیات کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے ۔ اس شخص نے ان تمام امور کو سمجھنے کی "جہاں تک میرا خیال ہے" ایک کامیاب کوشش کی ہے جس کی نظیر اس سے پہلے مشکل ہی سے مل سکتی ہے ۔"....." کسی زبان کا سرمایہ اتنا وسیع ہو کہ وہ سارے معانی ومطالب جو عربی تفسیروں کی ضخیم جلدوں میں بیان کیے گئے ہیں ۔ غیر منقوط الفاظ میں ادا کردیئے جائیں ۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے ؟ ! ۔ ..." گو اس تفسیر میں مطالب کے لحاظ سے کوئی جدت نہیں ۔ تاہم وہ بہرحال ایک غیر معمولی ذہن ودماغ کا آدمی تھا ۔ بیچ بیچ میں بعض نکتے اس کے قلم سے بے ساختہ نکل گئے ہیں ۔ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو اچھی خاصی چیز ایسی جمع ہوسکتی ہے کہ جسے اس کی تفسیر کی معنوی خصوصیت بھی قرار دیا جاسکتا ہے ۔(۱۳)

فیضی کی یہ تفسیر ہر اعتبار سے مکمل اور خاص اہمیت کی حامل ہے ۔ اسے کسی بھی دوسری تفسیر کے مقابلے میں آسانی سے رکھا جاسکتا ہے ۔ تفسیری خوبیوں کے ساتھ ساتھ یہ ایک قابل قدر علمی ادبی کارنامہ بھی ہے ۔ جس

سے عربی زبان کی وسعت اور فیضی کی اس پر قدرت کا اظہار ہوتا ہے ۔ فن تفسیر کے نقطہ نظر سے بھی اس میں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی ۔ جو لوگ اسے عجیب وغریب تصنیف اور انتہائی مشکل کتاب سمجھتے ہیں ان کا خیال بڑی حد تک صحیح معلوم نہیں ہوتا ۔ البتہ کتاب کا مقدمہ خاصہ مشکل ہے خاص طور سے وہ عبارتیں جہاں وہ لوگوں کے نام اور دوسری باتوں کا ذکر کرتا ہے ۔ لیکن اصل تفسیری عبارتیں زیادہ مشکل یا تعلق نہیں ہیں ۔ تھوڑی سی توجہ اور محنت سے مطالب سمجھ میں آجاتے ہیں ۔ اس تفسیر سے عربی زبان ولغات کی حیرت انگیز حد تک وسعت کا ثبوت ملتا ھے ۔ جس میں خدا کا آخری پیغام نازل ہوا ۔ اور اس کے ساتھ فیضی کی قدرت اور کمال انشا پردازی کا بھی ۔ برصغیر کے مفسرین کرام کے کارناموں میں یہ کتاب ایک اہم کارنامہ ہے جس پر بجا طور فخر کیا جاسکتا ہے اور اس کتاب کو تفسیری ادب میں ایک منفرد مقام حاصل ہے ۔ اسکے ساتھ ہی اس تفسیر کو اپنی نوعیت کی واحد تفسیر قرار دیا جا سکتا ہے ۔ اور عربی زبان وادب کے طالب علم اس سے بے نیاز نہیں ہوسکتے ۔

تفسیر کے علاوہ انھوں نے موارد الکلم لکھی یہ بھی بے نقط کتاب ہے اور اس کا موضوع علم اخلاق ہے ۔ ان کا فارسی میں ۱۵ ہزار الفاظ پر مشتمل دیوان ھے ۔(۱۴)

مزید برآن کتاب "لیلہ وتی" کا فیضی نے سنسکرت سے فارسی میں ترجمہ بھی کیا تھا ۔ کمال نے انھیں ان الفاظ میں یاد کیا ہے "عالم عارف بالادبین العربی والفارسی" مشارک فی بعض العلوم ۔(۱۵)

یہ تفسیر ۱۳۰۶/۱۸۹۸ء میں مطبع نولکشور لکھنؤ سے طبع ہوئی تھی اور متن قرآن اور تفسیر کے علاوہ تقریظات شامل کرکے ۷۸۰ صفحات پر مشتمل ہے اسکی دوسری طباعت کا علم نہیں ہوسکا ۔

حوالہ جات

۱ - اعلام ج۵ - ص۲۷۵

۲ - ماثر ص۱۹۹

۳ - منتخب التواریخ ج۳، ص۲۹۹

۴ - دربار اکبری، ص۴۳۰

۵ - شعرا العجم، ج۳ - ص۵۲ - ۵۵

۶ - منتخب التواریخ ج۳ - ص۳۹۳

۷ - شعرا العجم، ج۳ - ص۲۸

۸ - حیات عبدالحق، ص۳۵۲

۹ - نزہتہ الخواطر، ج

۱۰- سواطع الالہام، ص۲

۱۱- زبدۃ المقالات ص، ۱۳۲

۱۲- نقوش لاہور نمبر ص۴۶۰

۱۳- ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت ج۲، ص۲۸۰

۱۴- الاعلام - ج۵ ص۳۷۵

۱۵- معجم المولفین ج۸ص۸۶